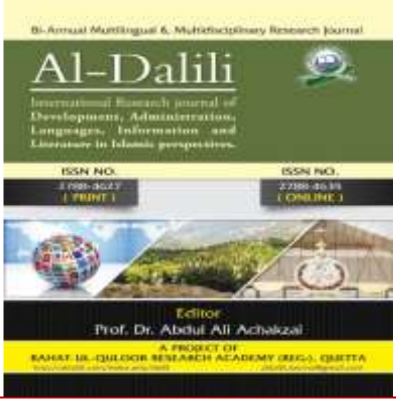

OPEN ACCESS

This work is licensed under a [Creative Commons Attribution 4.0 International License](https://creativecommons.org/licenses/by/4.0/)

AL DALILI

Bi-Annual, Multilingual (Arabic, Balochi, Birahvi, English, Pashto, Persian,Urdu)

ISSN: 2788-4627 (Print), ISSN: 2788-4635 (online)

Project of **RAHATULQULOOB RESEARCH ACADEMY,**

Jamiat road, Khiljiabad, near Pak-Turk School, link Spini road, Quetta, Pakistan.

Website: www.aldalili.com

Approved by Higher Education Commission Pakistan

Indexing: » IRI (AIOU), Tahqeeqat, Euro pub, MIAR.

TOPIC

رقص صوفیاء کی شرعی حیثیت، تفسیر الاکلیل کی روشنی میں

A Legal Description of Mystical Dance; In the Light of Tafseer Al-Aklil

AUTHORS

1. Muhammad Farooq, Research Scholar, Department of Islamic Studies, University of Balochistan, Quetta, Pakistan
2. Prof. Dr. Abdul Ali Achakzai, Professor/Chairman, Department of Islamic Studies, University of Balochistan, Quetta, Pakistan

How to Cite: Muhammad Farooq, and Prof. Dr. Abdul Ali Achakzai. 2022. "URDU: رقص صوفیاء کی شرعی حیثیت، تفسیر الاکلیل کی روشنی میں: A Legal Description of Mystical Dance; In The Light Of Four Imams and Suyuti". *Al-Dalili* 3 (2):84-93. https://aldalili.com/index.php/dalili/article/view/76.

URL: https://aldalili.com/index.php/dalili/article/view/76

Vol. 3, No.2 || January–June 2022 || URDU-Page. 84-93

Published online: 01-01-2022

QR. Code

رقص صوفیاء کی شرعی حیثیت، تفسیر الاکلیل کی روشنی میں

A Legal Description of Mystical Dance; In the Light of Tafseer Al-Aklil

[1]Muhammad Farooq, [2]Abdul Ali Achakzai

ABSTRACT:
The Sufi dance has been a battle of ideas, whose historical status cannot be denied, that is why many people have been commenting on Sufi dance in different ways. Even some Sufi masters and scholars have been trying to prove mystical dance with Qur'anic verses, considering it as a part of religion, a means of access to Allah. Their mystical interpretations are often beyond the comprehension of the common people. Therefore, other people begin it practically to consider misguidance as a religion. And some fanatics, under the guise of this, provide for themselves the fulfillment of desires and pave the way for all kinds of dances. This can be devastating to society and civilization. This article will examine the research and critique of Sufi dance. Initially it will be the explained and discussed under the light of the holy Quran and the Hadith. Secondly, the position of the four Imams regarding the Sufi dance will be discussed in the light of the Qur'an and Hadith. In addition, the introduction of Allama Suyuti, the methods of compilation and his interpretive style of reasoning will also be discussed.

Keywords: Sufi Dance, Explanations of the Four Imams, Allama Suyuti, Al-Aklil Fi Istinbat Tanzeel

تفسیر الاکلیل کے مصنف کا اسم گرامی عبد الرحمن، کنیت ابو الفضل، لقب جلال الدین اور عُرفی نام ابن الکتاب ہے اور السیوطی ان کی نسبت ہے، جو آپ کے والد کی جائے پیدائش ہے جو مصر میں دریائے نیل کے غربی جانب ایک نہایت قدیم اور تاریخی شہر کا نام ہے۔ علامہ جلال الدین السیوطیؒ ماہ رجب سن 849ھ کی پہلی تاریخ ہفتے کی رات بمطابق 13 اکتوبر 1445ء قاہرہ شہر میں پیدا ہوئے، ابھی پانچ برس کے تھے اور قرآن کریم سورہ تحریم تک حفظ کیا تھا کہ والد محترم 855ھ صفر کے مہینے میں پیر کی رات عشاء کی اذان کے وقت مسجد میں انتقال کر گئے[1]۔ علامہ سیوطیؒ اپنی صلاحیتوں کی بنیاد پر اپنے زمانے میں بہت اہم مقام پر پہنچ گئے تھے جب کہ وہ دور بھی ایسا تھا کہ ہر طرف بڑے بڑے علماء کے درس کے حلقے لگے ہوئے تھے ان کے درمیان رہ کر محض خواہشات کی بنیاد پر نہیں، بلکہ ذہانت، صلاحیت اور محنت کے بعد ہی یہ مقام حاصل کیا تھا۔

علم حاصل کرنے کے بعد سے 870ھ میں علامہ سیوطیؒ نے تدریس اور افتاء کا مشغلہ اختیار کیا، اکیس سال کی عمر میں مبتدی اور منتہی آپ سے استفادہ کرتے رہے۔ اور تفقہ کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اکیس سال کی عمر میں یعنی 871ھ میں فتوے دینے کا کام شروع کر دیا تھا اور کثیر تعداد میں فتوے دیئے، صحیح تعداد تو اللہ ہی کو معلوم ہے، فتاوی کا وہ مجموعہ اب تین جلدوں میں ہے۔[2]

877ھ میں مصر کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ شیخونیہ میں مشیخۃ الحدیث کی ذمہ داری آپ کو سونپ دی گئی، جو کہ اس سے پہلے آپ کے والد اس منصب پر فائز تھے ان کی وفات کے بعد آپ کو ہی اس منصب کے لئے نامزد کر دیا گیا، لیکن صغر سنی کی وجہ سے آپ کے والد کا شاگرد علامہ محب الدین بن مصیفح وفات تک اور ان کے بعد علامہ فخر الدین المقسی اس منصب پر رہے، جب استاذ شیخ الاسلام علامہ علم الدین البلقینیؒ نے

تدریس کی اجازت دی، تو آپ نے ان کے حکم پر تدریس شروع کی...... ان کی وفات کے بعد پھر آپ کو مشیخۃ الحدیث کے منصب پر مقرر کیا گیا جو نہ آپ نے طلب کیا تھا، اور نہ آپ کو اس کا علم تھا، اور نہ یہ خیال تھا کہ کبھی ایسا ہو گا۔[3]

عرب دنیا میں جن حضرات کو اللہ تعالی نے تصنیف اور تالیف کے ملکہ سے نوازا تھا ان میں سے ایک علامہ سیوطی بھی ہیں، جو زود نویسی میں اپنی نظیر آپ تھے، وقت کی قدر ان کی مذہبی فرائض میں داخل تھا اور ان کی درسگاہیں تو وقت کی پابند تھیں، کیونکہ آپ وقت کی قدر وقیمت سے آگاہ تھے اس لئے اللہ تعالی نے آپ کے اوقات میں بڑی برکت عطا کی تھی، جیسا کہ ڈاکٹر عبد الحلیم چشتی صاحب علامہ سیوطی کی سوانح "تذکرہ علامہ سیوطی" میں فرماتے ہیں : "پچھلوں کی عمر اور ان کے اوقات میں اللہ تعالیٰ برکت عطا فرماتا تھا چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ مصری کہ ان کی وفات تک ابتدائی پندرہ سال جو چھوٹی عمر ہوتی ہے خارج کر کے ان کی تصانیف کے اوراق کو شمار کیا جائے تو ہر روز بارہ ورق بیٹھے (حیرت ہے کہ) انہوں نے کب حج کیا، کب قرآن حفظ کیا اور کب علوم حاصل کئے اور درس وتدریس کی"۔[4]

حقیقت یہ ہے کہ علامہ سیوطیؒ کی تصنیفات کی تعداد سے متعلق اہل علم کی مختلف آراء ہیں، اس حوالے سے ڈاکٹر عامر بن علی العرابی جنھوں نے "الاکلیل فی استنباط التنزیل" پر ایک مقدمہ بھی تحریر کیا ہے، اس میں انھوں نے آپ کی تصنیفات کے بارے میں سات اقوال نقل کئے ہیں ان اقوال کے مطابق آپ کی تالیفات کی تعداد 300 سے لے کر 1000 تک ہے۔ ڈاکٹر عامر بن علی العرابی نے 500 والے قول کو مختلف وجوہات کی بناء پر ترجیح دی ہے، اس قول کا قائل علامہ یوسف کتانیؒ ہیں، کیونکہ یہ تعداد خود علامہ سیوطی اور ان کے شاگردوں سے منقول ہے، جو اس معاملے سے زیادہ باخبر ہیں۔ دوسرے اس وجہ سے بھی کہ علامہ سیوطیؒ نے خود اس کی فہرست بنائی تھی اور آپ کے شاگردوں نے بھی یہی تعداد ذکر کی ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اس سے زیادہ کی تعداد صرف ان مؤرخین نے نقل کیا ہے جو دس ہجری کے بعد آئے ہیں۔[5]

علامہ سیوطیؒ کی وفات:

علامہ سیوطیؒ کی زندگی کا ایک طویل دورانیہ معاصر علماء کرام کے ساتھ سخت علمی مناظروں اور جھگڑوں میں گزرا ہے اور دوسری طرف اس دور کے ظالم حکام اور اور ان کے متبعین نے بھی آپ کو پریشان کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی، جس کی وجہ سے اخیر میں گوشہ نشینی اختیار کرنا پڑا اور اسی گوشہ نشینی کے دوران آپ کا انتقال ہوا۔ علامہ محمد بن محمد الغزی نجم الدین اپنی تصنیف "الکوکب السائرۃ بأعیان المائۃ العاشرۃ" میں آپ کی گوشہ نشینی کو یوں بیان کیا ہے۔ "اور آپ کی وفات 911ھ بمطابق 1505ء ماہ جمادی الاول کے 19 تاریخ کو جمعہ کی رات سحری کے وقت اپنے گھر بمقام روضۃ المقیاس میں ہوئی، آپکو آخری عمر میں اپنے دائیں بازوں میں شدید تکلیف محسوس ہوئی، ورم آگیا اور سات دن تک آپ اسی بیماری میں رہے۔ اس طرح آپ 61 سال 10 مہینے 18 دن آپ اس دنیا میں رہے اور آپ کے جنازے میں ایک جم غفیر شریک ہوئی، جمعہ کے دن باب قرافہ کے باہر حوش قوصون میں دفن کئے گئے، اور جب آپ کی وفات کی خبر دمشق پہنچی، تو 15 رجب کو جامع اموی میں غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔[6]

الاکلیل فی استنباط التنزیل کا مختصر تعارف:

علامہ سیوطیؒ نے اس تفسیر میں صرف ان آیات کی تشریح کی ہے، جن سے مسائل کا استنباط کیا جاتا ہے، اور یہ تفسیر احکام القرآن سے متعلق دیگر تفاسیر کی طرح بھی نہیں ہے کہ جس میں مؤلفین نے صرف فقہی مسائل کا ذکر کیا ہے، بلکہ اس تفسیر میں مختلف علوم کے مباحث کا

بیان ہوا ہے، چاہے ان کا تعلق فقہ، تصوف، عقائد، معاملات، معاشرت یا سیاست سے ہو، اور یا دوسرے فنون سے ان کا تعلق ہو، اور کہیں کہیں پر اگر کسی تفسیر کے ساتھ بعض اعتبارات سے من وجہٍ مماثلت پائی بھی جائے، تو دوسری وجوہات کی بناء پر مختلف بھی ہے یہی وجہ ہے کہ یہ تفسیر کئی وجوہات کی بناء پر دوسرے تفاسیر سے ممتاز ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے اپنے اس تفسیر میں پانچ سورتوں (سورہ الحاقۃ، سورہ النازعات، سورہ القارعۃ، سورہ الفیل، اور سورہ الکافرون) کی تفسیر بیان نہیں کی ہے اس کے علاوہ باقی تمام سورتوں کی مختلف آیات کی تفسیر اپنے انداز سے بیان کی ہے۔ دکتور عامر بن علی العرابی نے بہت ہی شاندار الفاظ سے آپ کا اسلوب تفسیر بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

1: سورۃ کے چند آیات ذکر کرکے ان سے متعلق تفسیری اقوال، استدلالات، عمدہ نکتے بیان کرتے ہیں۔

2: پہلے آپ ﷺ پھر صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، ائمہ اربعہ پھر اپنے شیوخؒ کے اقوال اور استنباطات بیان کرتے ہیں۔

3: علامہ سیوطیؒ چونکہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن کے اندر ہر چیز کا ذکر ہے، اسی لئے آیت سے متعلق فقہاء، اصولیین،

4: اصحاب عقائد، اہل لغت، تصوف اور مختلف عرف وپیشہ رکھنے والوں کے استدلالات ذکر کرتے ہیں۔

5: کبھی آیت کا ابتدائی حصہ ذکر کرکے آیت کے درمیان کے مخصوص حصے سے متعلق بحث شروع کرتے ہیں، اور پھر آیت کے آخری الفاظ لکھ کر آیت سے متعلقہ مسائل واحکام بیان کرنا شروع کرتے ہیں۔ کبھی آیت کی تفسیر پہلے اور استدلال بعد میں، کبھی اس کا برعکس بیان کرتے ہیں۔

6: جہاں عبارت نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، وہاں کتابوں کا حوالہ دے کر بات ختم کر دیتے ہیں، کبھی آیت سے متعلقہ احادیث کی طرف اشارہ کرکے موضوع پر بات شروع کر دیتے ہیں۔

7: اکثر وبیشتر احادیث اور آثار کے اسانید حذف کرتے ہیں، شاذونادر ہی کبھی کوئی سند ذکر کرتے ہیں

8: مخالف کا قول اور دلیل یا تو بالکل ذکر ہی نہیں کرتے یا ان کا قول، توجیہ اور دلیل نام لئے بغیر بیان کرتے ہیں۔ اور کبھی مخالف کا نام ذکر کرکے دلیل اور توجیہ کا ذکر نہیں کرتے۔ کبھی مخالف کا قول، دلیل اور توجیہ تینوں ذکر کر دیتے ہیں۔

9: اور ایسا بہت کم ہوا ہے کہ فقہی اعتبار سے اپنے مخالف امام کا قول اور دلیل ذکر کرکے پھر دونوں کا آپس میں ایک دوسرے پر رد یا ان میں سے ایک کا رد ذکر کرتے ہیں۔

10: بسا اوقات احادیث کو نہ لفظاً ذکر کرتے ہیں نہ معنیً، صرف اشارہ کرکے مسئلہ بیان کرتے ہیں۔[7]

رقص صوفیاء کی شرعی حیثیت

مصنِف اور مصنَف کا مختصر تعارف پیش کرنے کے بعد اب اصل مسئلہ پر روشنی ڈالی جائے گی، علامہ سیوطیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قوله تعالى: (وربطنا على قلوبهم اذ قاموا فقالوا) الاية. قال ابن الفرس: تعلقت الصوفية بهذه الالفاظ في القيام والقول وهذا تعلق ضعيف لاتثبت به حجة "۔[8] "اللہ تعالی کا یہ قول کہ: اور مضبوط کر دیا ہم نے ان کے دلوں کو۔ جب وہ کھڑے ہوئے تو انھوں نے کہا۔ علامہ ابن الفرس کہتے ہیں: کہ ان الفاظ ("اذ قاموا فقالو" یعنی اصحاب کہف کی کھڑے ہونے سے اور اس قول سے جو انھوں نے کہا (وہ

قول یہ تھا" ربنارب السموات والارض") سے صوفیاء نے رقص کے جواز پر استدلال کیاہے۔ جنھوں نے اس سے جواز رقص پر استدلال کیا ہے، اس آیت سے رقص کاجواز ازروئے دلیل ثابت نہیں ہوتی"۔

علامہ سیوطیؒ اس آیت کی روشنی میں یہ بتاتے ہیں کہ بعض صوفیاء نے اس آیت سے رقص کے جواز پر استدلال کیا ہے، جبکہ ان کے نزدیک یہ استدلال غلط ہے اب ذیل میں اس مسئلہ پر مختلف مفسرین، محدثین اور فقہاء کی آراء کی روشنی میں بحث کی جائے گی۔ علامہ سیوطیؒ نے درحقیقت رقص صوفیاء پر استدلال کرنے والوں کی استدلال کا ضعف بیان کیا ہے (جس کی تفصیل آگے آرہی ہے) اسی سے ضمنی طور پر رقص صوفیاء کی حرمت بھی ثابت ہوتی ہے، کیونکہ جب آیت مبارکہ سے رقص صوفیاء پر استدلال ضعیف ہوگا، تو رقص کا جواز بھی ثابت نہیں ہوگا، اس لئے ہم یہاں ائمہ اربعہ کے نزدیک رقص صوفیاء کی شرعی حیثیت کو بھی تفصیل سے بیان کریں گے۔

آیت مذکورہ سے رقص صوفیاء کے جواز پر بعض مشائخ کا استدلال

ان بعض حضرات مشائخ کا طرز استدلال علامہ ابو العباس احمد بن محمد الحسنی نے اپنے تفسیر" البحر المدید فی تفسیر القرآن المجید" میں مذکورہ آیت کے لفظ"قاموا" کے تحت درج ذیل الفاظ میں بیان کیاہے۔

وقال عند قوله : إِذْ قامُوا : قد استدل بهذه الآية بعض المشايخ على حركة الواجدين في وقت السماء والذكر لأن القلوب إذا كانت مربوطة بالملكوت ومحل القدس حرّكها أنوار الأذكار وما يرد عليها من فنون السماء . والأصل قوله : وَرَبَطْنا عَلى قُلُوبِهِمْ إِذْ قامُوا نعم هذا المعنى إذا كان القيام قياما بالصورة ، أي : الحسية في القيام الحسى۔[9]

مذکورہ بالا عربی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ایک آدمی کا دل ملکوتی صفات اور محل قدس یعنی عالم بالا کے ساتھ متعلق ہوجاتا ہے، تو اس وقت ذکر کے مختلف انواع اور دل پر وارد ہونے والے دوسرے فنون سماع اس کے دل کو متحرک کردیتا ہے۔ جیسا کہ کوئی شخص ہنسانے والی بات کہہ دیتا ہے جو سننے والے کی باطنی حالت کی موافق ہوتی ہے تو سننے والا غیر اختیاری طور پر ہنستا ہے اسی طرح کسی شاعر کا شعر یا کوئی دوسرا مضمون بھی ہوسکتا ہے جس کو سن کروہ شعر یا وہ مضمون اس کی باطنی حالت کے موافق ہوتی ہے، تووہ وجد میں آجاتا ہے، اور کھڑے ہوکر غیر اختیاری طور پر ہاتھ پاؤں کو حرکت دے کر اچھل کود شروع کرتاہے۔ اور یہی رقص ہوتاہے یعنی یہ اصحاب کہف بھی دیوانہ وار کھڑے ہوکر ربنارب السموات والارض کاورد شروع کردیا جس کا مضمون ان کی باطنی حالت کے موافق ہوگیا اور غیر اختیاری طور پر ہاتھ پاؤں کو ہلائے ہوں گے، جس کی بنیاد پر آیت مذکورہ سے بعض مفسرین رقص کے جواز پر استدلال پیش کرتے ہیں، کیونکہ حضرات صوفیاء کرام بھی مترنم اشعار کا سماع کرکے وجد میں آکر کھڑے ہوجاتے ہیں، تووہ مغلوب الحال ہوجاتے ہیں اور ہاتھ پاؤں کو ہلانا شروع کردیتے ہیں، جو ان کے اختیار میں نہیں ہوتا جیسے رعشہ کی مریض کی اعضا کی حرکت غیر اختیاری ہوتی ہے جس میں وہ معذور کہلاتے ہیں۔ البتہ یہ ساری تفصیل اس صورت میں ہے کہ جب قیام کا معنی قیامِ حسی ہو، نہ کہ قیامِ معنوی۔

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں: کہ مذکورہ آیت سے رقص صوفیاء کے جواز پر استدلال ضعیف ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے یہ وضاحت نہیں کی ہے کہ اس آیت سے ان کا یہ استدلال کیوں صحیح نہیں ہے۔ البتہ علامہ قرطبیؒ نے "الجامع لاحکام القرآن" میں آیت بالا کی مفصل تشریح کرتے ہوئے قیام کی تین معانی بیان کئے ہیں پھر اس کے بعد ان مشائخ کے قول کی تردید کرتے ہوئے آیت سے رقص کی عدم جواز کو بھی بیان کیاہے۔

"قولہ تعالیٰ : اذ قاموا فقالوا" یہ تین معنوں کا احتمال رکھتا ہے: ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ کافر بادشاہ کے سامنے ان کے کھڑے ہونے کا وصف اور بیان ہو۔۔۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، اور یہ وہ مقام ہے جہاں دل کو مضبوط کرنے کی حاجت اور ضرورت تھی، جہاں انہوں نے اس کے دین کی مخالفت کی، اور اللہ تعالیٰ کی ذات کی خاطر اس کے خوف اور ڈر کو چھوڑ دیا۔ اور اس میں دوسرا معنی یہ ہے جو کہا گیا ہے: بیشک وہ اس شہر کے اشراف کے بچے تھے، پس وہ نکلے اور اس شہر سے باہر بغیر کسی وعدہ کے اکٹھے ہوئے، تو ان میں سے عمر کے اعتبار سے جو بڑا تھا اس نے کہا: بلاشبہ میں اپنے دل میں یہ پا رہا ہوں کہ میرا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، تو انہوں نے کہا: ہم بھی اپنے نفسوں میں اسی طرح پاتے ہیں۔ پس وہ سارے کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: "ربنا رب السموت والارض لن ندعوا من دونه الها لقد قلنا اذا شططا" یعنی اگر ہم اس کے سوا کسی الٰہ کو پکاریں تو ہم کہتے ہیں کہ وہ ظلم اور محال ہے۔ اور تیسرا معنی یہ ہے کہ ان کے پورے عزم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کے لئے اٹھ کر راہ فرار اختیار کرنے اور لوگوں کو چھوڑ دینے کو قیام (کھڑا ہونے) کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے، جیسا کہ آپ کہتے ہیں: "قام فلان إلى أمر كذا" (یہ تب کہا جاتا ہے) جب آدمی انتہائی کوشش کے ساتھ کسی کام کیلئے پر عزم ہو جائے۔[10]

علامہ قرطبی نےؒ ان بعض مشائخ کے موقف کو رد کیا ہے، اس تردید کا خلاصہ درج ذیل ہے: "یہ تعلیق اس لئے صحیح نہیں ہے کہ یہ حضرات تو اس مقصد کے لئے کھڑے ہوئے کہ اللہ کی طرف سے ہدایت ملنے پر اللہ کا ذکر کر کے اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کریں، پھر وہ اپنے ارادے سے لوگوں کو چھوڑ کر رب کی طرف متوجہ ہو کر اور قوم سے ڈرتے ہوئے پہاڑ کی طرف روانہ ہوئے، اور یہ اللہ تعالی کی سنت تمام انبیاء کرام علیہم الصلوت والتسلیمات، اولیاء کرام کے حوالے سے رہی ہے کہ دین کی خاطر انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کی قوموں نے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا تھا، ایسے ہی یہ حضرات بھی اپنی قوم سے گوشہ نشینی اختیار کرتے ہوئے علاقے کی قریبی پہاڑ کی کسی غار میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے، جو قرب نعمتوں پر شکر کرنے سے اور دشمنان دین سے دین کی خاطر اپنا وطن چھوڑ کر رب کی طرف متوجہ ہونے سے حاصل ہوتی ہے، وہ قرب زمین پر پاؤں مار کر اور آستینوں سے اچھل کود کر رقص کرنے سے کہاں حاصل ہو گی۔ اور اب تو بالخصوص ہمارے زمانے میں بے ریش لڑکوں اور نامحرم خواتین کی اجتماع میں حسین آوازوں کا سماع کا تو بالکل جواز نہیں بنتا، اس کے درمیان (یعنی آیت کی مطلب اور ان بعض صوفیاء کی استدلال میں) تو اتنا بعد ہے، جتنا زمین وآسمان کے درمیان ہے۔ اور بعض علماء کے ہاں تو یہ حرام ہے، اور ابو بکر طرطوسی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ: مجتمع ہو کر رقص کرنے کا پہلا تصور سامری نے پیش کیا تھا، جب اس نے بچھڑے کو بنی اسرائیل کے لئے بطور معبود بنا کر پیش کر دیا، تب انہوں نے اس کے ارد گرد مجتمع ہو کر رقص شروع کر دیا، تو یہ کفار کا دین ہے، اور بچھڑے کی عبادت ہے"۔[11]

مذکورہ بالا عبارت سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ قیام سے مراد قیام حسی بھی ہو، تب بھی اس سے رقص کے جواز پر استدلال نہیں ہو سکتا، کیونکہ ان کا قیام رقص کے لئے نہیں تھا، بلکہ اللہ کا شکر ادا کرنے کی خاطر اور حضرات انبیاء کی سنت کی بجا آوری تھی۔ اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جب علامہ قرطبی اپنے زمانے کے ماحول میں اس طرح رقص کرنے کو ناجائز سمجھتا ہے اور اس کا موجد سامری قرار دیتا ہے تو آج کے زمانے میں کیسے جائز قرار دیا جا سکتا ہے آج کے دور میں پہلے سے زیادہ بدعات اور محرمات کے مرتکب ہو رہے ہیں اور ان چیزوں کو عبادت سمجھ رہے ہیں۔

رقص کی شرعی حیثیت پر جہاں حضرات مفسرین کی طرح محدّثین نے بھی کتب حدیث کی مختلف شروحات میں اس کی شرعی حیثیت

پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور رقص صوفیاء کو جاہل اور بے دین صوفیوں کی ایجاد کردہ بدعت اور بالاجماع ممنوع قرار دیا ہے، کسی زمانے میں بھی سلف صالحین وائمہ دین میں سے کوئی اس کا قائل وفاعل نہیں رہا، بلکہ اہل علم سے اس کی مذمت اور ممانعت ضرور ثابت ہے، رقص غیر شرعی رسم ہے، جو دین کے نام پر جاری کردی گئی ہے، جو بھی غیر شرعی رسم دین کے نام پر جاری کیا گیا ہو، وہ اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ نہیں ہوسکتی ہے۔ ذیل میں ہم اس کی شرعی حیثیت پر ائمہ اربعہ کی تصریحات ذکر کررہے ہیں۔

حضرات علماء حنابلہ مروجہ رقص کو ناجائز قرار دیتے ہیں، اس حوالے سے میں علامہ ابن تیمیہؒ کی "مجموع الفتاوی" سے ایک اقتباس نقل کرتا ہوں: جہاں تک تعلق ہے رقص کا اس کا حکم تو نہ اللہ نے دیا ہے نہ ان کے رسول نے اور نہ ائمہ میں سے کسی نے اس کا حکم دیا ہے، یعنی خیر القرون میں نہیں تھا، بلکہ اللہ نے تو قرآن پاک میں چلنے میں میانہ روی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

وَعِبَادُ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى ٱلْأَرْضِ هَوْنًا۔[12]

ترجمہ: 　　اللہ کے بندے تو وہ ہیں جو وقار اور سکون کے ساتھ زمین پر چلتے ہیں۔

مسلمانوں کی عبادت رکوع اور سجدہ ہے اللہ کے گھر میں رقص اور دف بجانے کا حکم نہ اللہ نے دیا ہے اور نہ اللہ کے رسول نے اور نہ ائمہ میں سے کسی نے، بلکہ انہوں نے تو قرآن میں نماز اور سکینت کا حکم دیا، اگر کسی پر ایسا حال طاری ہوجاتا ہے جس میں وہ مغلوب ہوکر خلاف شریعت اعمال کرتا ہے اور وہ حال کسی سبب مشروع کی وجہ سے پیدا ہوا ہو جیسے سماع قرآن وغیرہ، تو وہ ایسے حال سے محفوظ رہے گا۔ اگر تکلف کرکے غیر مامور بہ حال اختیار کرتا ہے، باوجودیکہ اس کو علم ہے کہ ایسے اسباب اس کو اس حال سے نکال کر اسے پاگل بنادیتا ہے، جیسے شراب پینے کے بعد جو مستی اور پاگل پن پیدا ہوتا ہے اس صورت میں اگر وہ کہتا ہے کہ مجھ پر حال کا ورود ہوا ہے اور میں پاگل ہوں تو اس کو کہا جائے گا کہ جب سبب ممنوع تھا، تو اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی حال میں وہ معذور نہیں ہوگا ایسے احوال فاسدہ میں جو بھی سچے ہونے کا دعویدار ہوگا وہ مبتدع، گمراہ تو وہ ظالموں کے معاون اور دشمنوں کے محافظ ہے یہ نصاری مشرکین اور صابئین کے ساتھ ان کے احوال میں مشابہت ہوگی۔ اور جو جھوٹا ہوگا وہ منافق اور گمراہ ہے۔[13]

علامہ قرطبی رحمہ اللہ "الجامع لاحکام القرآن" میں سورہ اسراء کی آیت نمبر 37 کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

استدل العلماء بهذه الآية على ذم الرقص وتعاطيه، قال الإمام أبو الوفاء بن عقيل: قد نص القرآن على النهي عن الرقص، فقال: ولا تمش في الأرض مرحا وذم المختال والرقص أشد المرح والبطر أو لسنا الذين قسنا النبيذ على الخمر لاتفاقهما في الإطراب والسكر فما بالنا لانقيس القضيب وتلحين الشعر معه على الطنبور والمزمار والطبل لاجتماعهما فما أقبح من ذي لحية وكيف إذا كان شيبة يرقص ويصفق على إيقاع الألحان والقضبان وخصوصا إن كانت أصوات لنسوان ومردان وهل يحسن لمن بين يديه الموت والسؤال والحشر والصراط ثم هو إلى إحدى الدارين يشمس بالرقص شمس البهائم ويصفق تصفيق النسوان ولقد رأيت مشايخ في عمري مابان لهم سن من التبسم فضلا عن الضحك مع إدمان مخالطتي لهم وقال أبو الفرج بن الجوزي رحمه الله: ولقد حدثني بعض المشايخ عن الإمام الغزالي رضي الله عنه أنه قال: الرقص حماقة بين الكتفين لا تزول إلا باللعب.[14]

اس آیتِ کریمہ سے علمائے کرام نے رقص اور اس میں انہماک کی مذمت پر استدلال کیا ہے۔ امام ابوالوفاء ابن عقیل کا فرمان ہے

کہ قرآنِ کریم نے رقص کی ممانعت پر نص قائم کرتے ہوئے فرمایا: وَلَا تَمۡشِ فِی الۡأَرۡضِ مَرَحًا[15] (اور زمین پر اکڑ کر مت چلو)۔ جھومنا (ناچنا) اور رقص کرنا تکبر و غرور سے بھی (گناہ میں) سخت ہے۔ کیا ہم وہ نہیں ہیں جنہوں نے نبیذ کو خمر پر قیاس کیا ہے اس لئے کہ یہ دونوں چستی اور نشہ لانے میں باہم متفق ہیں، تو ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ شعر کی کاٹ اور اس کو ترنم اور سر کے ساتھ کہنے کو آلات موسیقی ستار، بانسری اور طبلے پر ان دونوں کے اجتماع اور اتفاق کے باوجود قیاس نہیں کرتے۔ تو یہ صاحب ریش سے کتنا قبیح ہے اور کیسا لگتا ہے جب وہ بوڑھا ہو، اور وہ اس سر اور کاٹ پر رقص کر رہا ہو اور تالی بجا رہا ہو، اور بالخصوص اس وقت جبکہ اس وقت جبکہ عورتوں اور مردوں کی آوازیں ہوں، کیا یہ اس کے لئے اچھا لگتا ہے جس کے سامنے موت، سوال، حشر اور پل صراط ہو، پھر وہ دارین میں سے ایک کی طرف جانے والا ہو، وہ رقص کے ساتھ جانوروں کے اچھلنے کی طرح اچھلتا کودتا ہے، اور عورتوں کے تالی بجانے کی طرح تالی بجاتا ہے۔ قسم بخدا! میں نے اپنی عمر میں کئی مشائخ کو دیکھا ہے کہ تبسم کے سبب ان کا کوئی دانت ظاہر نہیں ہوا چہ جائیکہ ضحک کے سبب ظاہر ہو اس کے باوجود کہ میرا ان کے ساتھ اختلاط اور میل جول ہمیشہ رہا۔ اور ابو الفرج علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے: بعض مشائخ نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مجھ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ رقص دو کندھوں کے درمیان حماقت ہے اور یہ لعب کے بغیر زائل نہیں ہوتی۔[16]

علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے "فتح الباری" میں "باب قصة الحبش وقول النبي صلى الله عليه وسلم يا بني أرفدة" اہل حبشہ کا مسجد نبوی میں کھیلنے اور کودنے سے متعلق حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

واستدلّ قوم من الصّوفية بحديث الباب على جواز الرّقص وسماع آلات الملاهي ، وطعن فيه الجمهور باختلاف المقصدين ، فإنّ لعب الحبشة بحرابهم كان للتّمرين على الحرب ، فلا يحتجّ به للرّقص في اللّهو۔[17]

"علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ صوفیاء کی ایک جماعت نے اس حدیث سے رقص اور آلاتِ موسیقی کے سماع پر استدلال کیا ہے۔ جمہور علماء نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے دونوں کا مقصد مختلف ہیں، کیونکہ حبشی لوگوں کا نیزوں کے ساتھ کھیلنا جنگی مشق کے لیے تھا، اور رقص کا مقصد یہ نہیں ہے لہٰذا اہل حبشہ کے اس واقعے سے لہو و لعب میں رقص صوفیاء پر کوئی استدلال نہیں کیا جا سکتا"۔

علامہ نووی رحمہ اللہ "المنہاج" میں لفظ "یزفنون" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قولها جاء حبش يزفنون في يوم عيد في المسجد هو بفتح الياء واسكان الزاي وكسر الفاء معناه يرقصون ، وحمله العلماء على التّوثّب بسلاحهم ولعبهم بحرابهم على قريب من هيئة الرّقص ، لأنّ معظم الرّوايات إنّما فيها لعبهم بحرابهم ، فيتأوّل هذه اللّفظة على موافقة سائر الرّوايات.[18]

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: (کہ حضرت عائشہؓ کا قول کہ: اہل حبشہ آپ کے پاس عید کے دن آئے اس حال میں کہ وہ مسجد میں کھیل رہے تھے) "یزفنون" کا معنیٰ رقص کرنا ہے، علماء نے اس کو اہل حبشہ کا اسلحہ کے ساتھ اچھلنے کودنے اور نیزوں کے ساتھ کھیلنے پر حمل کیا ہے، جو کہ رقص کی کیفیت کے قریب قریب ہوتا ہے۔ چونکہ اکثر روایات میں ان کے نیزوں کے ساتھ کھیلنے کا ذکر ہے، لہٰذا اس لفظ کی باقی روایات کے مطابق ہی تفسیر اور تاویل کی جائے گی۔

علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ "صید الخاطر" میں لکھتے ہیں: وقد انعقد اجتماع العلماء أنّ من ادّعى الرّقص قربة إلى الله تعالى

فقد کفر.....وھذا لأن القرب لا تعرف إلا بالشرع، ولیس في الشرع أمر بالرقص ولا ندب إلیہ۔[19]

اس بات پر علمائے کرام کا اتفاق واجماع واقع ہو چکا ہے کہ جو شخص رقص کو قرب الہی کا ذریعہ قرار دے، وہ کافر ہے۔ اور یہ اس لئے کہ کسی فعل یا قول کا قرب الہی کا ذریعہ بننا شریعت ہی سے معلوم ہو سکتی ہے اور شریعت میں رقص کرنے کا نہ کوئی حکم ہے اور نہ مندوب ہے۔

مسئلہ رقص کی شرعی حیثیت پر علماء احناف میں سے علامہ طحطاویؒ، علامہ حصکفیؒ اور علامہ ابن عابدینؒ کی تصریحات بھی ذیل میں ذکر کرتے ہیں، تاکہ معلوم ہو کہ رقص کی حرمت کا مسئلہ ائمہ اربعہ کا متفقہ مسئلہ ہے۔

علامہ احمد بن محمد طحطاویؒ "حاشیۃ الطحطاوی "کی "فصل فی صفۃ الاذکار" کی بحث میں لکھتے ہیں: وأمّا الرّقص والتّصفیق والصّریخ وضرب الأوتار والصّجّ والبوق الّذی یفعلہ بعض من یدّعي التّصوّف، فإنّہ حرام بالإجماع، لأنّھا زیّ الکفّار کما في سکب الانھر۔[20]

رہا رقص کرنا، تالیاں پیٹنا، شور شرابا، ہارمونیم بجانا، چیخ وپکار اور بِگل بجانا، جو کہ صوفیت کے بعض دعویداروں کا معمول ہے، یہ بالاجماع حرام ہے، کیونکہ یہ کفار کا طور طریقہ ہے۔

علامہ علاء الدین الحصکفی "الدر المختار" کی باب المرتد میں رقص کی شرعی حکم کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

من یستحلّ الرّقص قالوا بکفرہ، ولا سیّما بالدّفّ یلھو ویزمر۔[21]

جو رقص کو حلال سمجھتا ہے، وہ ان (علمائے کرام) کے بقول کافر ہے، خصوصاً جو ساتھ ساتھ کھیل تماشا کرتا اور ساز بجاتا ہے۔

علامہ ابنِ عابدین شامی "رد المحتار" میں "مطلب فی مستحل الرقص" میں لکھتے ہیں کہ:

والمراد بہ التّمایل والخفض والرّفع بحرکات موزونۃ کما یفعلہ بعض من ینتسب إلی التّصوّف، وقد نقل فی البزازیۃ من القرطبیّ إجماع الأئمّۃ علی حرمۃ الغناء وضرب القضیب والرّقص۔[22]

اس (رقص) سے مراد جھومنا اور موزون حرکات کے ساتھ نیچے اوپر ہونا ہے، جیسا کہ بعض وہ لوگ کرتے ہیں، جو تصوف کا دم بھرتے ہیں۔ بزازیہ میں علامہ قرطبی سے غناء، ڈھول پیٹنے اور رقص کرنے کی حرمت پر ائمہ کا اجماع واتفاق نقل کیا گیا ہے۔

خلاصہ بحث

میں نے اپنے اس آرٹیکل میں علامہ سیوطیؒ کی زندگی، ان کا علمی مقام اور ان کی تصنیفات کے علاوہ آپ کی تفسیری اسلوب کا ذکر کیا ہے، چونکہ میں نے آپ کی دوسرے قرآنی تفاسیر کا مطالعہ بھی کیا۔ جس سے علامہ سیوطی کا اسلوب تفسیر اور فقہی مزاج کو سمجھنے میں کافی حد تک آسانی ہوئی، میں نے اپنے آرٹیکل میں اس کا بھی مختصر جائزہ لیا ہے۔

جس طرح علامہ سیوطیؒ اپنے مزاج کے مطابق الاکلیل فی استنباط التنزیل میں مختلف فقہی، اصولی اور دوسرے فنی مسائل بغیر کسی تفصیل کے مختصر انداز میں بیان کئے ہیں، جس میں نہ ان کے دلائل کا ذکر کرتے ہیں، اور نہ طرز استدلال کا ذکر کرتے ہیں۔ وہاں بعض فرق باطلہ کی بعض فاسد نظریات کا ذکر کرکے ان پر رد بھی نہایت اختصار اور ایجاز کے ساتھ کرتے ہیں۔ اسی طرح علامہ سیوطیؒ بعض مسائل کو انتہائی مختصر اور مغلق انداز میں بیان کرتے ہیں، ان کو سمجھنے کے لئے بعض قدیم تفاسیر کی طرف رجوع کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ ان میں سے ایک مسئلہ بعض مشائخ صوفیاء کے نزدیک جواز رقص کا مسئلہ ہے جس پر ان صوفیاء نے قرآن کریم کی دیگر آیات کی طرح اصحاب کہف کے واقعے سے

متعلق ایک آیت سے بھی استدلال کیا ہے، ان حضرات کی اس استدلال کو علامہ سیوطیؒ نے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن ایک طرف یہ مسئلہ بعض صوفیاء اور فقہاء کے درمیان ایک معرکۃ الآراء مسئلہ ہے، اور دوسری طرف علامہ سیوطیؒ کا انداز بیان خاص کر اس مسئلے کے متعلق اتنا مغلق تھا کہ عام لوگوں کے لئے اس مسئلے کو سمجھنا یا تو ناممکن تھا یا انتہائی مشکل تھا، اس لئے اس بات کی ضرورت تھی کہ اس کو آسان، عام فہم اور سلیس انداز میں بیان کیا جائے، میں نے رقص صوفیاء سے متعلق علامہ سیوطیؒ کی اس مغلق عبارت کی نہ صرف تشریح کی ہے، بلکہ میں نے جواز رقص پر بعض مشائخ صوفیاء کا ماخذ استدلال اور ان کا طرز استدلال بھی انتہائی تفصیل سے ذکر کیا ہے، ائمہ مجتہدین عظامؒ کی تصریحات سے اس مسئلے کی شرعی حیثیت کو انتہائی آسان اور عام فہم انداز میں بیان کیا ہے۔

حوالہ جات

[1] السیوطی، جلال الدین، حسن المحاضرہ، دار احیاء الکتب العربیہ، مصر/مکتبہ شاملہ سی ڈی، ج1، ص110

[2] السیوطی، جلال الدین، التحدث بنعمۃ اللہ، المطبعۃ العربیۃ الحدیثیہ، مصر، ص88 تا90

[3] ایضاً، ص:239 تا244

[4] چشتی، ڈاکٹر، عبد الحلیم، تذکرہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ، الرحیم اکیڈمی، کراچی، ص118

[5] العرابی، الدکتور. عامر بن علی، سلسۃ الرسائل الجامعیۃ، دار الاندلس الخضراء، جدہ، 2003ء، ص132-135

[6] الغزی، محمد بن محمد نجم الدین، الکواکب السائرۃ. بیروت: دار الکتب العلمیۃ. ج ا ص229-232

[7] العرابی، الدکتور. عامر بن علی، سلسۃ الرسائل الجامعیۃ. جدہ: دار الاندلس الخضراء، ص168-173

[8] السیوطی، علامہ جلال الدین، الاکلیل فی استنباط التزیل. بیروت: دار الکتب العلمیہ، ص170

[9] الحسنی، ابو العباس احمد بن محمد، البحر المدید. بیروت: دار الکتب العلمیہ، المکتبہ الشاملہ، ج3، ص254

[10] القرطبی، ابوعبد اللہ محمد بن احمد، تفسیر قرطبی. (مترجمین: مولانا ملک محمد بوستان وغیرہ). لاہور: ضیاء القرآن، ج5، ص800

[11] ایضاً، ج5، ص800-801

[12] الفرقان 63:25

[13] ابن تیمیہ، ابو العباس احمد بن عبد الحلیم، مجموع الفتاوی، مصر: دار الوفاء، ج11، ص325

[14] القرطبی، ابوعبد اللہ محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن. ریاض: دار عالم الکتب، المکتبۃ الشاملۃ، ج10، ص263

[15] الاسراء 37:17

[16] القرطبی، محمد بن احمد، تفسیر قرطبی. (مترجمین: مولانا ملک محمد بوستان وغیرہ)، ضیاء القرآن، لاہور، ج5، ص684

[17] عسقلانی، ابن حجر احمد بن علی، فتح الباری شرح البخاری. بیروت: دار المعرفۃ. ج6، ص553

[18] النووی، ابوزکریا یحیٰ بن شرف، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج: مؤسسۃ قرطبۃ، ج6، ص264-265

[19] ابن الجوزی، ابو الفرج عبد الرحمن بن علی، صید الخاطر، دار القاسم، دمشق، 2012ء، ص168

[20] الطحطاوی، احمد بن محمد بن اسماعیل، حاشیۃ الطحطاوی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1997ء، ص319

[21] الحصکفی، محمد بن علی، شرح تنویر الابصار و جامع البحار، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 2002ء، ص351

[22] ابن عابدین، محمد امین بن عمر، رد المحتار علی الدر المختار، دار عالم الکتب، بیروت، 2003ء، ج6، ص408-409